

یہود کے ساتھ صلح شرعی طور پر حرام اور سیاسی طور پر خطرناک ہے

تحریر: استاد عبدو الدلی

(ترجمہ)

"ہم (اسرائیل) کے ساتھ تصادم سے اجتناب کریں گے کیونکہ اس میں ہمارا کوئی مفاد نہیں ہے، اور ہم کئی ممالک کی شراکت کے ساتھ (اسرائیل) کے ساتھ ایک سیکورٹی معاہدے تک پہنچنے کے لیے کام کر رہے ہیں، اور اگر (اسرائیل) کے ساتھ سیکورٹی معاہدہ کامیاب ہو گیا تو یہ مقبوضہ گولان پر شام کے حق سے دستبردار ہوئے بغیر ایک جامع امن کی راہ ہموار کرے گا۔" ان الفاظ کے ساتھ شام کے عبوری مرحلے کے سربراہ احمد الشرع نے مستقبل میں یہودی وجود کے ساتھ تنازع کی شکل کیسی ہو گی، اس بارے میں اپنی گفتگو کا آغاز کیا۔

بیان کے سیاسی تناظر میں وارد ہونے والے اہم نکات:

عسکری کشیدگی سے گریز: الشرع نے اس بات پر زور دیا کہ دمشق، یہودی وجود کے ساتھ کسی بھی حالیہ تصادم یا عسکری مقابلے میں شامل ہونے میں کوئی فائدہ نہیں دیکھتا، اور وہ سرحدی معاملات اور تناؤ کو سیاسی و سفارتی ذرائع سے حل کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔

بین الاقوامی سرپرستی اور تعاون: انہوں نے واضح کیا کہ شام ایک متوازن اور پائیدار سیکورٹی معاہدے تک پہنچنے کی ضمانت کے لیے ان انتظامات میں بااثر علاقائی اور بین الاقوامی ممالک کے ایک گروپ کو شامل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

قومیت کے اصول پر اصرار: انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ مجوزہ سیکورٹی مفاہمتیں - کامیابی کی صورت میں - ایک جامع امن کا پیش خیمہ بن سکتی ہیں، لیکن شامی خودمختاری سے دستبردار ہوئے بغیر یا بین الاقوامی قراردادوں کے مطابق مقبوضہ گولان کی پہاڑیوں پر شام کے ثابت شدہ حق کو ٹھیس پہنچائے بغیر۔

قومیت کے نعروں کے تحت جو لغزشیں ظاہر ہو رہی ہیں، ان کی وہ اہمیت ہے جو کسی بھی صاحبِ عقل سے مخفی نہیں ہے، اور اس کے وقوع پذیر ہونے کی ذمہ داری بغیر کسی استثناء کے ان تمام لوگوں پر عائد ہوتی ہے جو اس کا انکار کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ بار بار کی رعایتیں اور قربت و نارملائزیشن کی طرف دوڑنے کے واقعات کثرت سے دہرائے جا رہے ہیں، اور وہ بھی ہر بار ایسے غیر فہم اسباب اور ایسی وجوہات کی بنا پر جن کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ ابتدا میں، تنگ نظر قومی ریاست کے منصوبے اور اس کی حدود میں شامل ہونا ان پہلے اقدامات میں سے تھا جنہوں نے مقدسات کی فروخت کو قبول کرنے اور یہود کے ساتھ صلح کی طرف بھاگنے کی راہ ہموار کی، اور تقسیم کرنے والی قومیت کی فکر ہی وہ بنیادی محرک ہے جو امت کو اس کی قوت کے عناصر سے خالی کرنے، اور اصولوں سے دستبرداری اور قابض قاتلوں کے ساتھ نارملائزیشن کا راستہ ہموار کرنے کا باعث بنتی ہے۔

اب یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ امت کے حالات جس نہج پر پہنچے ہیں اس کی وجہ ان سازشوں کے بارے میں شعور کی کمی ہے جو ہمارے دشمن ہمارے خلاف بن رہے ہیں، اور اس باشعور سیاسی قیادت کا فقدان ہے جو مقدسات کے سودے کو روکے اور امت کو ذلت و تسلیم خم سے محفوظ رکھے۔ امت کے پاس قوت کے تمام اسباب، وسائل اور صلاحیتیں موجود ہیں، اور یہ اپنے مقدسات کے دفاع کے لیے ہیں نہ کہ دستبرداری اور مفاہمت کے لیے۔ آج ہمارے سامنے یہ بات بالکل واضح ہے کہ اس قوت کو ایک ایسی سیاسی قیادت کی ضرورت ہے جو اس کے لیے عمل کا راستہ متعین کرے اور اس کے لیے صحیح ہدف کا تعین کرے تاکہ وہ اپنی منزل تک پہنچ سکے۔ وسائل چاہے کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں، وہ اس وقت فائدہ مند نہیں ہوں گے جب ان پر قابض اور ان کی رہنمائی کرنے والا شخص، دشمنوں کی خدمت میں اور اپنے اندرونی و بن اور ہر چیز سے دستبرداری کے جواب میں ایسا کر رہا ہو تاکہ اس ٹیڑھی کرسی کی حفاظت کی جا سکے جو کچھ عرصہ بعد ختم ہو جائے گی۔

اور ہم یہ نہیں بھولے کہ یہود کا ریکارڈ غداری اور عہد و پیمان کی خلاف ورزیوں سے بھرا ہوا ہے، اور تاریخ کا شعور و بصیرت کے ساتھ مطالعہ اس حقیقت کی تصدیق کرتا ہے جس میں کسی بحث کی گنجائش نہیں کہ مسلمانوں

اور ان سے پہلے اللہ کے انبیاء کے ساتھ یہود کی تاریخ کی نمایاں خصوصیت غداری اور خیانت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی قائم کردہ پہلی اسلامی ریاست کے وقت سے، مدینہ منورہ نے انہیں اپنی آغوش میں لیا اور آپ ﷺ نے ان کے ساتھ میثاقِ مدینہ کیا جس نے ان کے حقوق اور سلامتی کی ضمانت دی، لیکن عہد شکنی کی ان کی فطرت جلد ہی ان پر غالب آگئی۔ بنو قینقاع کی خیانت اور مسلمانوں کی حرمتوں پر ان کے حملے سے لے کر، نبی ﷺ کو شہید کرنے کی کوشش کی بنو نضیر کی سازش تک، اور پھر غزوہ احزاب میں بنو قریظہ کی وہ بڑی خیانت جب انہوں نے مسلمانوں کے خلاف مشرکین کی مدد کی؛ غداری ہمیشہ ان کا شیوہ رہی ہے۔ معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوا، بلکہ تاریخ نے اللہ کے انبیاء اور رسولوں کے حق میں ان کی غداری کو ریکارڈ کیا ہے، جس میں قتل، تکذیب اور کلام کو اس کے مقامات سے بدلنا (تحریف) شامل ہے جیسا کہ باری تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے۔ اس لیے ان کے ساتھ تصادم ناگزیر ہے۔ یہ وجود کا معرکہ ہے، حدود کا تنازع نہیں۔

ان کی وہ تاریخ جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا، آج ارضِ فلسطین اور خاص طور پر غزہ کی پٹی میں واضح طور پر منعکس ہو رہی ہے۔ مغضوب علیہم کا یہ وجود ہر روز یہ ثابت کر رہا ہے کہ وہ کسی مومن کے بارے میں نہ کسی قربت کا لحاظ رکھتا ہے اور نہ کسی عہد و پیمان کا۔ وہ خون جو روزانہ بہہ رہا ہے، بچوں اور عورتوں کے اعضاء، جبری بے دخلی اور زندگی کے تمام بنیادی ڈھانچوں کی منظم تباہی، یہ سب اس وحشی غاصب یہودی وجود کی فطرت کے زندہ ثبوت ہیں۔

غزہ میں جو کچھ ہو رہا ہے اس نے اس یہودی وجود کی مجرمانہ فطرت کو ثابت کر دیا ہے، جیسا کہ معرکہ طوفانِ اقصیٰ نے یہ ثابت کیا ہے کہ ہم اپنی زمین سے اس غاصب یہودی وجود کو جڑ سے اکھاڑ پھینک سکتے ہیں۔ جب ہم ان حقائق کے سامنے ہیں تو کوئی صاحبِ عقل کیسے "سیکورٹی معاہدوں" یا اس یہودی وجود کے ساتھ "جامع امن" پر انحصار کر سکتا ہے جس کی بنیاد ہی خون ریزی پر ہے؟! قابض کے ساتھ صلح پر انحصار کرنا سراب پر انحصار کرنے کے مترادف ہے اور تمام شرعی اصولوں کا انکار اور ان سے انحراف ہے۔ نارملائزیشن کی طرف بھاگنے کا شرعی اور سیاسی خطرہ بہت عظیم ہے۔ سیاسی حقیقت پسندی یا ٹکراؤ سے بچنے کے بہانے ان لوگوں کے ساتھ صلح یا مفاہمت کی دعوت ہر سطح پر شدید خطرے اور شر کی نمائندگی کرتی ہے:

1. شرعی خطرہ: مسلمانوں کی زمین اور ان کے مقدسات سے دستبرداری یا اس کے ایک انچ پر بھی قابضین کے حق کو تسلیم کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ غصب شدہ زمین وقت گزرنے کے ساتھ غاصب کی ملکیت نہیں بن جاتی، اور وہ صلح جس میں ان مجرم قاتلوں کی قانونی حیثیت کا اعتراف یا رعایت شامل ہو، وہ مکمل طور پر باطل صلح ہے، کیونکہ یہ ان قطعی شرعی احکام کے خلاف ہے جو قابض کے خلاف جہاد اور اسلامی سرزمین سے حملہ آور دشمن کو پیچھے دھکیلنے کا حکم دیتے ہیں۔

2. سیاسی خطرہ: عہدِ حاضر کے تاریخی تجربے نے ثابت کر دیا ہے کہ یہود کے ساتھ صلح کے سراب کے پیچھے بھاگنا صرف مزید غلامی اور ذلت لاتا ہے، اور یہ کہ قابض شخص مفاہمتوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتا سوائے اس حد کے جو اسے مفت سیکورٹی فراہم کرے۔ سیکورٹی معاہدوں کے نام پر اس کی شرائط کو قبول کرنا اس کے تسلط کو مضبوط کرنے کے لیے محض ایک تمہید ہے جس کے ذریعے وہ پورے خطے پر غلبہ حاصل کرنا چاہتا ہے، خاص طور پر اس کے بعد جب غزہ نے اس کی ہیبت کو خاک میں ملا دیا ہے۔

آج شرعی فریضہ کسی بھی انحراف کو روکنے کا تقاضا کرتا ہے۔ اور اس امت کے معاملات صرف اسی صورت میں درست ہو سکتے ہیں جب ایک مخلص سیاسی قیادت ہو جو اسلام کی عظیم آئیڈیالوجی کو اٹھائے ہوئے ہو اور اس کے ذریعے امت کی قیادت کرے، پس تم ویسے بن جاؤ جیسا اللہ نے تمہارے لیے چاہا کہ تم بنو؛ اس کے مخلص بندے، اس کی رضا کے طلبگار، اس کے حکم پر عمل کرنے والے، اور اس کے منع کردہ کاموں سے رکنے والے، اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرنے والے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَهُهُ تُحْشَرُونَ﴾ "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے پکارنے پر حاضر ہو جاؤ جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے، اور جان لو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور اسی کی طرف تم سب جمع کیے جاؤ گے"۔ (سورۃ الانفال: آیت 24)

ولایہ شام میں حزب التحریر کے میڈیا آفس کے رکن

